

تفہیم القرآن

قریش

نام | پہلی ہی آیت کے فقط قریش کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔
 زمانہ نزول | اگرچہ شعاک اور کُطیبی نے اس کو مدنی کہا ہے، لیکن مفسرین کی عظیم اکثریت اس کے مکی ہونے پر متفق ہے، اور اس کے مکی ہونے کی کھلی شہادت خود اس سورہ کے الفاظ رَبِّ هَذَا الْكَعْبَةِ (اس گھر کے رب، میں موجود ہے۔ اگر یہ مدینہ میں نازل ہوتی تو خانہ کعبہ کے لیے "اس گھر کے الفاظ کیسے موزون ہو سکتے تھے؟ بلکہ اس کے مضمون کا سورہ فیل کے مضمون سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ غالباً اس کا نزول اُس کے متضاداً بعد ہی ہوا ہوگا۔ دونوں سورتوں کے درمیان اسی مناسبت کی بنا پر سلف میں سے بعض بزرگ اس بات کے بھی قائل ہوتے ہیں کہ یہ دونوں دراصل ایک ہی سورہ ہیں۔ اس خیال کو تقویت ان روایات کی بنا پر ملی ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں یہ دونوں ایک ساتھ لکھی ہوئی تھیں اور درمیان میں بسم اللہ مرقوم نہ تھی۔ نیز یہ کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ کسی فصل کے بغیر ان دونوں کو ملا کر نماز میں پڑھا تھا لیکن یہ راستے اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہے کہ صحابہ کرام کی عظیم تعداد کے تعاون سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے جو نسخے سرکاری طور پر لکھوا کر بلاد اسلام کے مراکز میں بھجوائے تھے ان میں دونوں کے درمیان بسم اللہ درج تھی، اور اس وقت سے آج تک تمام دنیا کے مصاحف میں یہ الگ الگ سورتوں کی حیثیت ہی سے لکھی جاتی رہی ہیں۔ مزید برآں دونوں سورتوں کا انداز بیان ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہے کہ یہ علانیہ دو الگ سورتیں نظر آتی ہیں۔

تاریخی پس منظر | اس سورہ کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اُس تاریخی پس منظر کو نگاہ میں رکھا جائے جس سے اس کے مضمون اور سورہ فیل کے مضمون کا گہرا تعلق ہے۔

قریش کا قبیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ اعلیٰ قصّی بن کلاب کے زمانے تک حجاز میں منتشر تھا۔ سب سے پہلے قصّی نے اُس کو مکّے میں جمع کیا اور بیت اللہ کی تولّیت اس قبیلے کے ہاتھ میں آگئی۔ اسی بنا پر قصّی کو مجمع (جمع کرنے والے) کا لقب دیا گیا۔ اس شخص نے اپنے اعلیٰ درجہ کے تدبیر سے مکہ میں ایک شہری ریاست کی بنیاد رکھی، اور جملہ اطرافِ عرب سے آنے والے حاجیوں کی خدمت کا بہترین انتظام کیا جس کی بدولت رفتہ رفتہ عرب کے تمام قبائل اور تمام علاقوں میں قریش کا اثر و رسوخ قائم ہوتا چلا گیا۔ قصّی کے بعد اس کے بیٹوں عبدمناف اور عبدالدّار کے درمیان مکہ کی ریاست کے مناب تقسیم ہو گئے، مگر دونوں ہی عبدمناف کو اپنے باپ ہی کے زمانے میں بادشاہی حاصل ہو چکی تھی اور سب سے پہلے اس کا شرف تسلیم کیا جانے لگا تھا۔ عبدمناف کے چار بیٹے تھے ہاشم، عبدمناف، نوفل، ابن ابی ہاشم و عبدالمطلب کے والد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سلم کے پردادا) کو سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ اُس بین الاقوامی تجارت میں حصّہ لیا جائے جو عرب کے راستے بلادِ مشرق اور شام و مصر کے درمیان ہوتی تھی، اور ساتھ ساتھ اہل عرب کی ضروریات کا سامان بھی خرید کر لایا جائے تاکہ راستے کے قبائل اُن سے مال خریدیں، اور مکّے کی منڈی میں اندرونِ ملک کے تجارت خریداری کے لیے آنے لگیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران کی ساسانی حکومت اُس بین الاقوامی تجارت پر اپنا تسلط قائم کر چکی تھی جو شمالی علاقوں اور خلیج فارس کے راستوں سے رومی سلطنت اور بلادِ مشرق کے درمیان ہوتی تھی۔ اس لیے جنوبی عرب سے بحرِ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ جو تجارتی راستہ شام و مصر کی طرف جاتا تھا اُس کا کاروبار بہت چمک اٹھا تھا۔ دوسرے عربی قافلوں کی بہ نسبت قریش کو یہ سہولت حاصل تھی کہ راستے کے تمام قبائل بیت اللہ کے خدام ہونے کی حیثیت سے ان کا احترام کرتے تھے۔ حج کے زمانے میں نہایت قیاضی کے ساتھ حاجیوں کی جو خدمت قریش کے لوگ کرتے تھے اس کی بنا پر سب اُن کے احسان مند تھے۔ انہیں اس امر کا کوئی خطرہ نہ تھا کہ راستے میں کہیں ان کے قافلوں پر ڈاکہ مارا جائے گا۔ راستے کے قبائل اُن سے رہگذر کے وہ بھاری ٹیکس بھی وصول نہ کر سکتے تھے جو دوسرے قافلوں سے طلب کیا جاتا تھا۔ ہاشم نے اپنی تمام پہلوؤں کو دیکھ کر تجارت کی اسکیم بنائی اور اپنی اس اسکیم میں اپنے باقی تینوں بھائیوں کو شامل کیا۔ شام کے عثمانی بادشاہ سے ہاشم نے حبش کے بادشاہ سے عبدشمس نے، یمنی امراء سے عبدالمطلب نے اور عراق و فارس کی حکومتوں سے نوفل نے تجارتی مراعات حاصل کیں۔ اس طرح ان لوگوں کی تجارت بڑی تیزی سے

ترقی کرتی چلی گئی۔ اسی بنا پر یہ چاروں بھائی متجربین تجارت پیشہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اور جو روابط انہوں نے گرد و پیش کے قبائل اور ریاستوں سے قائم کیے تھے اُن کی بنا پر ان کو اصحاب الایلاف بھی کہا جاتا تھا۔

اس کاروبار کی وجہ سے قریش کے لوگوں کو شام، مصر، عراق، ایران، یمن اور حبش کے ممالک سے تعلقات کے وہ مواقع حاصل ہوئے، اور مختلف ملکوں کی ثقافت و تہذیب سے براہ راست سابقہ پیش آنے کے باعث اُن کا معیارِ دانش و بنیاد اتنا بلند ہوتا چلا گیا کہ عرب کا کوئی دوسرا قبیلہ اُن کی ٹمکر کا نہ رہا۔ مال و دولت کے اعتبار سے بھی وہ عرب میں سب پر فائق ہو گئے اور مکہ جزیرۃ العرب کا سب سے زیادہ اہم تجارتی مرکز بن گیا۔ ان بنی الاقوامی تعلقات کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ عراق سے یہ لوگ وہ رسم الخط لے کر آئے جو بعد میں قرآن مجید لکھنے کے لیے استعمال ہوا۔ عرب کے کسی دوسرے قبیلے میں اتنے پڑھے لکھے لوگ نہ تھے جتنے قریش میں تھے۔ انہی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قریش قاداتہ الناس۔ قریش لوگوں کے لیڈر ہیں۔ دُسنہ احمد، مرویات عمرو بن العاصؓ اور حضرت عثمانؓ کی روایت یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کان هذا الامر فی جمیعہ فنزعہ اللہ عنہم وجعلہ فی قریش۔ پہلے عرب کی سرداری قبیلہ جمیہ والوں کو حاصل تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے وہ ان سے سلب کر کے قریش کو دے دی۔

قریش اسی طرح ترقی پر ترقی کرتے چلے جا رہے تھے کہ مکہ پر ابرہہ کی چڑھائی کا واقعہ پیش آگیا۔ اگر اُس وقت ابرہہ اس شہر مقدس کو فتح کرنے اور کعبہ کو ڈھا دینے میں کامیاب ہو جاتا تو عرب میں قریش ہی کی نہیں، خود کعبہ کی دھاک بھی ختم ہو جاتی۔ زمانہ جاہلیت کے عرب کا یہ عقیدہ مقرر نہ ہو جاتا کہ یہ گھر واقعی بیت اللہ ہے۔ قریش کو اس گھر کے خادم ہونے کی حیثیت سے جو احترام پورے ملک میں حاصل تھا وہ یک نخت ختم ہو جاتا۔ مکہ تک حبشیوں کی پیش قدمی کے بعد رومی سلطنت آگے بڑھ کر شام اور مکہ کے درمیان کا تجارتی راستہ بھی اپنے قبضے میں لے لیتی اور قریش اس سے زیادہ خستہ حالی میں مبتلا ہو جاتے جس میں وہ قصی بن کلاب سے پہلے مبتلا تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ کرشمہ دکھایا کہ پڑندوں کے لشکروں نے سنگریزے مار مار کر ابرہہ کی لائی ہوئی ۶۰ ہزار حبشی فوج کو تباہ و برباد کر دیا، اور مکہ سے یمن تک سارے راستے میں

جبکہ اس تباہ شدہ فوج کے آدمی گر گر کرتے چلے گئے تو کعبہ کے بیت اللہ پہنچنے پر تمام اہل عرب کا ایمان پہلے سے بدرجہا زیادہ مضبوط ہو گیا، اور اُس کے ساتھ قریش کی دھاک بھی ملک بھر میں پہلے سے زیادہ قائم ہو گئی۔ اب عربوں کو یقین ہو گیا کہ ان لوگوں پر اللہ کا فضل خاص ہے۔ وہ بے کھٹکے عرب کے ہر حصے میں جاتے اور اپنے تجارتی قافلے کے کمر علاقے سے گزرتے کسی کی یہ جرات نہ تھی کہ اُن کو چھیڑتا۔ انہیں چھیڑنا تو درکنار اُن کی امان میں کوئی غیر قریشی بھی ہوتا تو اُس سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا تھا۔

مقصودِ کلام انبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں یہ حالات چونکہ سب ہی کو معلوم تھے اس لیے اُن کے ذکر کی حاجت نہ تھی یہی وجہ ہے کہ اس سورہ کے چار مختصر فقرہ میں قریش سے صرف اتنی بات کہنے پر اکتفا کیا گیا کہ جب تم خود اس گھر (خانہ کعبہ) کو تینوں کانہیں بلکہ اللہ کا گھر مانتے ہو، اور جب تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں اس گھر کے طفیل یہ امن عطا کیا، تمہاری تجارتوں کو یہ فروغ بخشا، اور تمہیں فاقہ زدگی سے بچا کر یہ خوشحالی نصیب فرمائی، تو تمہیں اُسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

چونکہ قریش مانوس ہوئے، یعنی جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس، لہذا ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں ٹھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا ہے

ع

۱۔ اصل الفاظ ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ ایلات اَلہ سے ہے جس کے معنی خوگر ہونے، مانوس ہونے پھٹنے کے بعد مل جانے، اور کسی چیز کی عادت اختیار کرنے کے ہیں۔ اُردو زبان میں اَلہت اور اَلوہ کے الفاظ بھی اسی سے ماخوذ ہیں۔ ایلات سے پہلے جو لام آیا ہے اس کے متعلق عربی زبان کے بعض ماہرین نے یہ راستے ظاہر کیے ہیں کہ یہ عربی محاورے کے مطابق تعجب کے معنی میں ہے مثلاً عرب کہتے ہیں کہ لَزِيدٌ وَمَا صَغْنَايَهُ، یعنی ذرا اس زید کو دیکھو کہ ہم نے اس کے ساتھ کیسا نیک سلوک کیا اور اس نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ پس لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا مطلب یہ ہے کہ قریش کا رویہ بڑا ہی قابل تعجب ہے کہ اللہ ہی کے فضل کی بدولت وہ منتشر ہونے کے بعد جمع ہوئے اور ان تجارتی سفروں کے خوگر ہو گئے جو ان کی خوشحالی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں، اور وہ اللہ ہی کی بندگی سے روگردانی کر رہے ہیں۔ یہ راستے اُنْخَفَشَ، کسائی، اور فَرَاو کی ہے، اور اسی راستے کو ابن جریر نے ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب جب اس لام کے بعد کسی بات کا ذکر کرتے ہیں تو وہی بات یہ ظاہر کرنے کے لیے کہانی سمجھی جاتی ہے کہ اُس کے ہوتے جو شخص کوئی رویہ اختیار کر رہا ہے وہ قابل تعجب ہے بخلاف اس کے غلیل بن احمد، بیہوشی اور زخم شری کہتے ہیں کہ یہ لام تعلیل ہے اور اس کا تعلق آگے کے فقرے فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ سے ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ یوں تو قریش پر اللہ کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں، لیکن اگر کسی اور نعمت کی بنا پر نہیں تو اسی ایک نعمت کی بنا پر وہ اللہ کی بندگی کریں کہ اُس کے فضل سے وہ ان تجارتی سفروں کے خوگر ہوئے، کیونکہ یہ بجائے خود ان پر اس کا بہت بڑا احسان ہے۔

۲۔ گرمی اور جاڑے کے سفروں سے مراد یہ ہے کہ گرمی کے زمانے میں قریش کے تجارتی سفر شام و فلسطین کی طرف ہوتے تھے، کیونکہ وہ ٹھنڈے علاقے ہیں، اور جاڑے کے زمانے میں وہ جنوبِ عرب کی طرف ہوتے تھے، کیونکہ وہ گرم علاقے ہیں۔

۳۔ اس گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ قریش کو یہ نعمت اسی گھر کی بدولت حاصل ہوئی ہے، اور وہ خود مانتے ہیں کہ وہ ۳۶۰ ثبوت اس کے رب نہیں ہیں جن کی یہ پوجا کر رہے ہیں، بلکہ صرف اللہ ہی اس کا رب ہے۔ اُسی نے ان کو اصحابِ قیل کے حملے سے بچایا۔ اُسی سے انہوں نے ابرہہ کی فوج کے مقابلے میں مدد کی دعا کی تھی۔ اس کے گھر کی پناہ میں آنے سے پہلے جب وہ عرب میں منتشر تھے تو ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ عرب کے عام قبائل کی طرح وہ بھی ایک نسل کے بکھرے ہوئے گروہ تھے مگر حبیب وہ مکہ میں اس گھر کے گرد جمع ہوئے اور اس کی خدمت انجام دینے لگے تو سارے عرب میں محترم ہو گئے، اور ہر طرف ان کے تجلّی قافلے بے خوف و خطر آنے جانے لگے پس انہیں جو کچھ بھی نصیب ہوا ہے اس گھر کے رب کی بدولت نصیب ہوا ہے، اس لیے اُسی کی ان کو عبادت کرنی چاہیے۔

بھہ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ مکے میں آنے سے پہلے جب قریش عرب میں منتشر تھے تو بھوکوں مر رہے تھے یہاں آنے کے بعد ان کے لیے رزق کے دروازے کھلتے چلے گئے اور ان کے حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا صرف بحرف پوری ہوئی کہ اے پروردگار، میں نے اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس ایک بے آب و گیاہ وادی میں لاسایا ہے تاکہ یہ نماز قائم کریں پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے (ابراہیم - آیت ۳۷)۔

شہ یعنی جس خوف سے عرب کی سرزمین میں کوئی محفوظ نہیں ہے اُس سے یہ محفوظ ہیں۔ عرب کا حال اُس دور میں یہ تھا کہ پورے ملک میں کوئی بستی ایسی نہ تھی جس کے لوگ راتوں کو چین سے سو سکتے ہوں، کیونکہ ہر وقت ان کو یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ نہ معلوم کب کوئی غارت گر وہ اچانک اُس پر چھاپا مار دے۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اپنے قبیلے کے حدود سے باہر قدم رکھنے کی ہمت کر سکے، کیونکہ راستے میں جگہ جگہ اُس پر ڈاکہ پڑنے کا خطرہ تھا، اور راستے بھر کے با اثر قبائلی سرداروں کو رشتہ نہیں دے کر تجارتی قافلے بغیر بیت گزر سکتے تھے لیکن قریش مکہ میں بالکل محفوظ تھے، انہیں کسی دشمن کے حملے کا خطرہ نہ تھا۔ اُن کے چھوٹے اور بڑے ہر طرح کے قافلے ملک کے ہر حصے میں آتے جاتے تھے، کوئی یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ قافلہ حرم کے خادموں کا ہے، انہیں چھڑنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ حد یہ ہے کہ اکیلا قریشی بھی اگر کہیں سے گزر رہا ہو اور کوئی اس سے تعرض کرے تو صرف لفظ "حرمی" یا "انا من حرم اللہ" کہہ دینا کافی ہو جاتا تھا۔ یہ سنتے ہی اُٹھے ہوئے ہاتھ رک جاتے تھے۔